خطبہ جمعہ

تلاوت قرآن کریم کی عادت ڈالنا اور اس کے معانی پر غور سکھانا یہ ہماری تربیت کی بنیادی ضرورت ہے

میں چاہتا ہوں کہ اس صدی سے پہلے پہلے ہر گھر نمازیوں سے بھر جائے اور ہر گھر میں روزانہ تلاوت قرآن کریم ہو۔ کوئی بچہ ایسا نہ ہو جسے تلاوت کی عادت نہ ہو

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۴ رجولائی ۱۹۹۷ء بمطابق ۴ روفا ۱۳۷۶ ھجری شمسی بمقام مسجد بیت الاسلام، ٹورنٹو (کینیڈا)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلک يوم الدين – إياک نعبد و إياک نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

﴿الم۔ ذالک الکتاب لا ریب فیه ۔ هدی للمتقین الذین یومنون بالغیب و یقیمون الصلوٰة و مما رزقنٰهم ینفقون۔﴾ (البقرہ : ۲ تا ۴)

الحمدللہ، آج اس خطبے کے ساتھ میرا مختصر دورہ کینیڈا اختتام پذیر ہوگا۔ اس عرصے میں مجھے یہاں بھی بہت سے خاندانوں سے ملنے کا موقع ملا اور بالعموم کثرت سے جماعت کو دیکھنے کا موقع ملا اور گزشتہ روز جب میں آٹووا اور مانٹریال کے سفر پہ تھا تو وہاں بھی کثرت سے جماعتوں سے ملاقات ہوئی اور ان کے حالات کو قریب سے دیکھا۔ اس خطبے میں خصوصیت کے ساتھ میں نے عبادت کا مضمون چنا ہے اور اسی لئے میں نے وہ آیات تلاوت کی ہیں جو قرآن کریم کی سورہ بقرہ کی پہلی آیات ہیں۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ قرآن کریم کا تعارف ان الفاظ میں فرماتا ہے {ذالک الکتاب لا ریب فیه} یہاں یہ نہیں فرمایا کہ یہ کتاب ہے بلکہ ''ذالک الکتاب'' فرمایا، وہ کتاب ہے۔ حالانکہ بظاہر قرآن کریم ہر پڑھنے والے کے سامنے ہوتا ہے اور عام انسان کا کلام ہوتا تو کہتا یہ کتاب ہے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس ''وہ'' میں بہت سے معانی مضمر ہیں۔

ایک تو یہ کہ انسان کو یہ وہم ہے کہ وہ قرآن کریم کو از خود پا سکتا ہے۔ سامنے پڑی ہوئی کھلی کتاب ہے اور اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے وہ کتاب ہے یعنی تم سے دور ہے اور تمہارے قریب آسکتی ہے مگر کچھ شرطیں ہیں جو پوری کرنی ہونگی اور پھر ''ذالک'' میں اشارہ گزشتہ پیش گوئیوں کی طرف بھی ہے کیونکہ تمام انبیاء نے مختلف رنگ میں آنے والے رسول حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ پر نازل ہونے والی عظیم کتاب کی خوشخبری دی تھی ''الکتاب'' سے مراد وہ کتاب ہے جو ہمیشہ سے جس کا وعدہ دیا گیا ہے اور ہمیشہ سے قومیں اس کا انتظار کر رہی تھیں اور آج وہ ہمارے سامنے ہے۔ ''ذالک الکتاب'' میں ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ تم سے دور تو ہے لیکن قریب آسکتی ہے۔ ''لا ریب فیه'' اس بات میں کوئی شک نہیں۔ ''لا ریب'' کے ساتھ جب ''ذالک'' کو پڑھیں تو یہ معنی ہوگا کہ وہ کتاب تو ہے مگر اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ''هدی للمتقین'' یہ ہدایت ہے متقیوں کے لئے۔ اور ''لا ریب فیه هدی للمتقین'' کا ایک معنی یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے مگر ان متقیوں کے لئے جن کے لئے ہدایت بنتی ہے۔ بغیر تقویٰ کے اس کتاب کو پڑھو گے تو کئی قسم کے شکوک پیدا ہوتے رہیں گے۔ مگر یہ عجیب کتاب ہے جو شک سے پاک ہونے کے باوجود غیر متقیوں کے دلوں میں شک پیدا کرتی ہے اور متقیوں کے دلوں کو شکوک سے پاک کر دیتی ہے۔ پس اس مختصر سے کلام میں جس میں ایک آیت ابھی پوری نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے کتنے مضامین بیان فرما دئے۔

ایک امر بہر حال یقینی اور قطعی ہے کہ جو کچھ بھی ہم نے ہدایت پانی ہے اسی کتاب سے پانی ہے۔ پس سب سے پہلے تو عبادت کے تعلق میں کلام الٰہی کا پڑھنا ایک بنیادی امر ہے جس کی طرف میں آپ کو متوجہ کرتا ہوں۔ جہاں تک میں نے جائزہ لیا ہے بہت کم ایسے خاندان ہیں جن میں روزانہ تلاوت ہوتی ہو۔ شاذ کے طور پر ایسے بچے ملیں گے

جو صبح اٹھ کر نماز سے پہلے یا نماز کے بعد کچھ تلاوت کرتے ہوں اور یہ جائزہ فیملی یعنی خاندانوں کی ملاقات کے دوران میں نے لیا اور اکثر بچوں کو اس بات سے بے خبر پایا۔ وہ تربیت کے مسائل جن پر میں گفتگو کرتا رہا ہوں وہ سارے بے حقیقت ہو جاتے ہیں اگر اس بنیادی حقیقت کی طرف توجہ نہ کریں کہ ہماری نسلوں کو اگر سنبھالنا ہے تو قرآن کریم نے سنبھالنا ہے اور قرآن کریم سے دو باتیں لازم ہیں، ہدایت ہے مگر نہیں بھی ہے۔ ہدایت ان لوگوں کے لئے ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ جو تقویٰ اختیار نہیں کرتے ان کے لئے ''ذالک الکتاب'' دور کی کتاب رہے گی جو بظاہر ان کے سامنے ہے مگر ان سے دور ہٹی رہے گی۔

تو جب تک یہ کتاب قریب نہ آئے اس دنیا کے مسائل حل نہیں ہو سکتے اور کینیڈا کی جماعتوں کو خصوصیت سے اس طرف توجہ دینی چاہئے۔ بعض باتیں خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کینیڈا میں پہلے سے بہتر ہو رہی ہیں مگر اگر بنیادی مقصد دور ہی رہے تو اس ظاہری ہنگامے کا کوئی بھی فائدہ نہیں۔ یہ ہنگامے رفتہ رفتہ مرجایا کرتے ہیں۔ رفتہ رفتہ اگلی نسلیں ایسی ہوتی ہیں جو خدا کو بھلا دیا کرتی ہیں مگر کلام الٰہی سے محبت ایک ایسی چیز ہے جو نسلوں کو سنبھالے رکھتی ہے۔ پس بچپن ہی سے اس بات پر زور دیں یعنی آپ کے بچوں کے بچپن، آپ تو بڑے ہو چکے آپ نے تو جس طرح بھی خدا نے چاہا یا آپ نے چاہا خدا کے مرضی کے مطابق یا اس کے خلاف زندگی بسر کر لی لیکن اگلی نسلیں آپ کی ذمہ داری ہیں اور آئندہ صدی ان اگلی نسلوں کی ذمہ داری ہوگی پس آج اگر آپ نے ان کو قرآن کریم پر قائم نہ کیا تو باقی ساری باتیں جو اس کے بعد بیان ہوئی ہیں ان میں سے کچھ بھی حاصل نہیں کر سکیں گے۔

قرآن کریم پر زور دینا اور تلاوت سے اس کا آغاز کرنا بہت ہی اہم ہے۔ مگر تلاوت کے ساتھ ان نسلوں میں، ان قوموں میں جہاں عربی سے بہت ہی ناواقفیت ہے ساتھ ترجمہ پڑھنا ضروری ہے۔ ترجمے کے لئے مختلف نظاموں کے تابع تربیتی انتظامات جاری ہیں مگر بہت کم ہیں۔ جو اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں یا اٹھا سکتے ہیں۔ اسلئے جب میں ایسی رپورٹیں دیکھتا ہوں کہ ہم نے فلاں جگہ قرآن کریم کی کلاس جاری کی یا فلاں جگہ قرآن کریم کی کلاس جاری کی تو میں ہمیشہ تعجب سے دیکھتا ہوں کہ اس کلاس میں سارے سال میں بھلا کتنوں نے فائدہ اٹھایا ہوگا اور جو فائدہ اٹھاتے بھی ہیں تو چند دن کے فائدے کے بعد پھر اس فائدے کو زائل کرنے میں باقی وقت صرف کر دیتے ہیں۔ وہی بچے ہیں جن کو آپ نے قرآن کریم سکھانے کی کوشش کی چند دن بعد ان سے پوچھ کے دیکھیں تو جو کچھ سیکھا تھا سب بھلا چکے ہونگے۔ بڑی وجہ اس کی یہ ہے کہ ہماری جو بڑی نسل ہے اس نے قرآن کریم کی طرف پوری توجہ نہیں دی اور اکثر ہم میں بالغ مرد وہ ہیں جو دین سے محبت تو رکھتے ہیں لیکن ان کو یہ سلیقہ سکھایا نہیں گیا کہ قرآن سے محبت کے بغیر دین سے محبت رکھنا کوئی معنے نہیں رکھتا اس کی کوئی بھی حقیقت نہیں ہے۔

وقتی طور پر فوائد تو ہیں لیکن ان فوائد کا اعلیٰ مقصد یہ ہے کہ ان کی دین سے محبت، دین کے لئے وقت نکالنا، دین کے لئے محنت کرنا ان کو گھیر کر قرآن کی طرف لے آئے۔ اگر یہ فائدہ نہ ہو تو وہ کوششیں بے کار ہیں کیونکہ قرآن کریم کا پہلا تعارف ''ذالک الکتاب'' ہے۔ وہ کتاب جس کی قوم انتظار کر رہی ہے۔ جب سے دنیا بنی ہے اس کتاب کا انتظار تھا بنی آدم کو اور جب یہ آ گئی تو کتنے ہیں جو اس سے پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں۔ پس حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے کہ رسول شکوہ کرے گا اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو مہجور کی طرح چھوڑ دیا۔ پس آپ وہ قوم نہ بنیں جن سے قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کو شکوہ ہو کہ اے خدا! میری کہلانے والی، مراد کہلانے کا مضمون اس میں داخل ہے میری کہلانے والی قوم نے اس قرآن کو پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا، مہجور کی طرح چھوڑ کر چلی گئی۔

پس آج جماعت کینیڈا کی تربیت کی ایک ہی پہچان ہے۔ کیا آپ کے متعلق آنحضرت ﷺ کا یہ شکوہ، جائز تو ہوگا شکوہ، مگر آپ دل میں سوچ کے دیکھیں کہ شکوہ آپ پر اطلاق پائے گا کہ نہیں۔ آپ میں سے کتنے ہیں جن کے متعلق حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ قیامت کے دن خدا کے حضور عرض کر سکتے ہیں کہ اے خدا یہ میری قوم ہے جس نے قرآن کو مہجور کی طرح نہیں چھوڑا۔ پس بہت ہی اہم مسئلہ ہے اور عبادت کی جان قرآن کریم ہے۔ عبادت سے پہلے بھی قرآن ہے یعنی تہجد کے وقت بھی جتنی توفیق ملے۔ قرآن کریم فرماتا ہے قرآن کی تلاوت کیا کرو اور عبادت کے دوران بھی تلاوت ہے اور عبادت کے بعد بھی تلاوت ہے۔

پس تلاوت قرآن کریم کی عادت ڈالنا اور اس کے معانی پر غور سکھانا یہ ہماری تربیت کی بنیادی ضرورت ہے۔ اور تربیت کی کنجی ہے جس کے بغیر ہماری تربیت ہو نہیں سکتی۔ اور یہ وہ پہلو ہے جس کی طرف اکثر مربیان، اکثر صدران، اکثر امراء بالکل غافل ہیں۔ ان کو بڑی بڑی مسجدیں دکھائی دیتی ہیں، ان کو بڑے بڑے اجتماعات نظر آتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ بڑے جوش سے اور ذوق وشوق سے لوگ دور دور کا سفر کر کے آئے اور چند دن ایک جلسے میں شامل ہو گئے لیکن یہ چند دن کا سفر تو وہ سفر نہیں ہے جو سفر آخرت کے لئے ممد ہو سکتا ہے۔ سفر آخرت کے لئے روزانہ کا سفر ضروری ہے اور روزانہ کے سفر میں زادراہ قرآن کریم ہے۔

چنانچہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے ایک مومن کی مثال اسی طرح دی ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ تین سو پچپن دن سوتا ہے اور پھر پانچ دس دن کے لئے جاگتا ہے۔ اور سفر شروع کر دیتا ہے۔ فرمایا مومن کی مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی روزانہ سفر کر رہا ہو۔ کچھ صبح، کچھ شام کو، کچھ دوسرے وقت میں، دوپہر کو کچھ آرام بھی کر لے مگر سفر روزانہ جاری رہنا چاہئے اور ہر سفر کے لئے قرآن کریم فرماتا ہے زادراہ ہونا چاہئے اور زادراہ تقویٰ بیان فرمایا اور یہی زادراہ ہے جس کو قرآن کریم کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے۔

پس تقویٰ اور قرآن کریم تو روز کے سفر کے قصے ہیں۔ یہ کوئی ایک آدھ دفعہ سال میں سفر کرنے سے تعلق رکھنے والی بات نہیں روزانہ ضرورت ہے۔ روزانہ قرآن کو پڑھنا اور روزانہ تقوی کے سہارے جو زادراہ ہے یعنی جس سے قوت ملتی ہے قرآن کریم سے کچھ نہ فائدہ حاصل کرتے چلے جانا ہے۔ یہ وہ بنیادی امر ہے جس کے لئے صرف تنظیموں کے اجتماعات کی ضرورت نہیں، تنظیموں کے اجتماعات ان باتوں میں نئی دلچسپیاں پیدا کر دیا کرتے ہیں مگر سارا سال دلچسپی قائم رکھنے کے لئے ماں باپ کی دلچسپی کی ضرورت ہے اور ماں باپ تب دلچسپی لے سکتے ہیں کہ پہلے اپنی ذات میں دلچسپی لیں۔ دنیا کے کسی حصے میں پہنچے ہوں ایک دفعہ انہیں عزم کرنا ہوگا کہ ہم نے خدا کی طرف سفر کا آغاز کرنا ہے اور یہ سفر قرآن کے بغیر ممکن نہیں۔ اور قرآن کا سفر زادراہ چاہتا ہے۔ یعنی رستے کا سامان جو ہر مسافر ساتھ باندھ لیا کرتا ہے۔ جب بھی لوگ سفر پہ چلتے ہیں تو سوائے اس کے کہ رستے کے کچھ کھانے پینے کے ہوٹل ایسے ہوں جہاں سے چیزیں خریدنی ہوں مگر عموماً اپنے ساتھ کچھ نہ کچھ باندھ لیا کرتے ہیں اور تقویٰ ہے جس کو ساتھ لے کر چلنا ہے۔

پس فرمایا {ذالک الکتاب لاریب فیه هدی للمتقین} اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ شک سے بالا کتاب ہے مگر اس بات میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ ہدایت صرف متقیوں کے لئے ہے، جو تقویٰ سے آراستہ ہونگے ان کے لئے ہدایت کا سامان پیدا کرے گی۔ پس قرآن کا تقویٰ سے مطالعہ یہ دو چیزیں اکٹھی کر دی گئی ہیں بعض اوقات لوگ سال ہا سال تلاوت قرآن کرتے ہیں مگر اس طرح جیسے طوطا رٹی ہوئی باتیں دہراتا ہے۔ اس سے زیادہ ان کو کوئی سمجھ نہیں آتی اور یہ تقویٰ سے عاری سفر ہے۔ سفر تو ہے مگر بھوکے ننگے کا سفر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تقویٰ قرآن کے تعلق میں یہ بات یاد دلاتا ہے کہ قرآن کریم میں کچھ چیزوں سے بچنے کا حکم ہے، کچھ رستوں کو اختیار کرنے کا حکم ہے اور بنیادی معنوں میں تقویٰ کا یہی معنی ہے کہ پتہ ہو کہ کہاں سے بچنا ہے اور کس رستے پر قدم بڑھانے ہیں۔

تقویٰ کے نتیجے میں انسان قرآن کریم پر جب غور کرتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی عطا ہوتے ہیں چنانچہ اسی مضمون کو قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا ''لا یمسه الا المطهرون'' کہ ہاتھ تو بظاہر لوگ لگاتے ہیں لیکن سوائے ان کے جن کو خدا پاک کرے کوئی اس کتاب کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ تو دیکھو دونوں مضمون ایک ہی ہیں اور مختلف رنگ میں ایک ہی بات آپ کو سمجھائی گئی ہے کہ **قرآن کریم کے ترجمے کے ساتھ پڑھنے کی طرف ساری جماعت کو متوجہ ہونا چاہئے کوئی بھی ایسا نہ ہو جس کے پاس سوائے اس کے کہ شرعی عذر ہو جو روزانہ قرآن کریم کی تلاوت سے محروم رہے۔**

تمام بچوں کو اس راہ پر ڈالیں۔ دیکھیں جب سکول کے لئے وہ چلتے ہیں تو آپ کتنی محنت ان پر کرتے ہیں۔ مائیں دوڑتی پھرتی ہیں ناشتہ کراؤ، منہ ہاتھ دھلاؤ، بستے ٹھیک کرو اور قرآن کریم کی طرف محنت نہیں ہے۔ یہ ایک دن کا سفر ان کا سکول کی طرف ایسا ہے جس کے لئے آپ کی ساری توجہ مبذول ہو جاتی ہے اور ہمیشہ کا سفر جس میں آئندہ سفر کی تیاری کرنی ہے یعنی مرنے کے بعد اس کی طرف توجہ نہیں ہے۔ مسجدیں بنانا اچھی چیز ہے مگر مسجدوں کے لئے نمازی بنانا ضروری ہے۔ اگر مسجدیں بنائیں گے اور نمازی نہیں بنائیں گے تو اس کا کیا فائدہ۔ میرے علم میں یہاں ایسی مساجد ہیں جہاں دو نمازیں ہوتی ہیں۔ پانچ ہونی چاہئیں دو کیوں ہوتی ہیں۔ ان مسجدوں کا اس کے سوا پھر کیا فائدہ کہ دنیا کو دکھانے کے لئے کہ ہم نے ، جماعت احمدیہ نے ایک بڑی مسجد بنالی ہے دکھانے کے لئے ایک عمارت کا حسن ہے اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔

اس لئے میں نے امیر صاحب کو رستے میں بھی بار بار تاکید کی، پھر تاکید کرتا ہوں اور آپ سب کو تاکید کر رہا ہوں کہ مسجدوں کی بڑائی کی طرف، ان کی ظاہری عظمتوں کی طرف، ان کے ظاہری حسن کی طرف اگر توجہ اس لئے دی جائے کہ نمازی تو آتے ہیں مزید یہ بھی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں، پھر کوئی نقصان نہیں۔ لیکن اگر مسجدوں میں نمازی نہ ہوں تو ہزاران کو آراستہ کر دیں ان مساجد کا کوئی فائدہ نہیں اور پھر ایسی مسجدیں بڑے اجتماعات کے کام تو آسکتی ہیں جیسے یہ مسجد آتی ہے مگر روزمرہ ہمارے مختلف جگہ پھیلے ہوئے نمازیوں کے کسی کام نہیں آسکتیں۔ اس وجہ سے میں نے ہدایت کی ہے کہ آپ سب کو آج تاکید کر رہا ہوں کہ اگر اس ہدایت پر عمل نہ ہو تو آپ عمل کروائیں، نگران ہوں اس بات کے کہ اس ہدایت پر لازماً عمل ہوتا ہے۔

جہاں جہاں چند احمدی ہیں یعنی دو چار، دس گھر احمدیوں کے ہیں ان کے پاس کوئی چھوٹی سی جگہ بھی اگر خرید لی جائے اور وہاں ایک جھونپڑا بھی بن جائے تو یہ وہ مسجد ہے جسے خدا پیار سے دیکھے گا کیونکہ یہ مسجد روزانہ آباد ہوگی، روزانہ اردگرد کے گھر وہاں جایا کریں گے۔ اور چار مسجدیں جو بہت عظیم الشان ہوں سارے ملک میں شور پڑ جائے کہ جماعت احمدیہ نے اتنی بڑی مساجد بنائی ہیں مگر گنتی کے دو چار نمازی جاتے ہوں ان مسجدوں کو خدا کیسے پیار سے دیکھ سکتا ہے کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا۔ اور ایسے لوگوں کی تربیت کی کوئی ضمانت نہیں ہے جن کا دل مسجدوں میں نہیں اٹکتا۔ پس لازم ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اذانوں کی آوازوں کی حد تک جتنے احمدی موجود ہیں کہیں وہاں ایک مسجد کی طرف توجہ دیں۔ اس سلسلے میں کچھ میں نے انتظامی مسائل حل کرنے کے لئے امیر صاحب کو متوجہ کر دیا ہے لیکن آپ اپنی اپنی جگہ اگر اس شعور کو بیدار کریں گے اور احساس کریں گے تو اللہ تعالیٰ توفیق دے دے گا۔

مسجدوں کے سفر میں اللہ تعالیٰ ہمیشہ غیر معمولی نصرت فرمایا کرتا ہے۔ چند گھروں کو اگر یہ توجہ ہو کہ ہم نے اپنے درمیان ایک مسجد بنانی ہے تو اللہ کے فضل کے ساتھ ان کو توفیق مل ہی جایا کرتی ہے۔ مگر یاد رکھیں کہ اب اس بات کو بھلا دیں کہ گھروں کو مسجدیں بنایا جائے یعنی وہاں لوگوں کو بلایا جائے اور یہی کافی ہو یہ ہرگز کافی نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں گھروں کی مسجد تو گھر والوں کے لئے ہوا کرتی تھی اور محلے کی مسجد الگ بنتی تھی جہاں ہر آدمی جب چاہے جا سکے۔ یہ جو فرق ہے اس کو لوگ ملحوظ نہیں رکھتے۔ نماز کو قائم رکھنے کی خاطر اس خیال سے کہ عبادت جاری رہے اس قسم کی ہدایتیں میں دیتا رہا ہوں کہ اور کچھ نہیں تو بعض گھروں کے کمروں کو مسجد بنا لو لیکن وہ کمرے مسجد کے تقاضے پورے نہیں کر سکتے کیونکہ مسجد کے تقاضوں میں یہ بات داخل ہے جب چاہے خدا کا بندہ ان میں داخل ہو جائے اور اپنے رب کو پکارے اب کسی کے گھر کوئی کیسے وقت بے وقت پہنچ سکتا ہے۔

بعض لوگوں کو آدھی رات کو دل میں غیر معمولی جذبہ اٹھتا ہے کہ چلو مسجد جا کے آج رات مسجد میں گزاریں گے۔ کون ہے جو اپنے گھر کو اس طرح لوگوں کے لئے کھلا چھوڑ سکتا ہے اور کون ہے جو جانا پسند کرے گا کیونکہ اللہ کے گھر تو کوئی پابندی نہیں، ہر ایک کے لئے برابر ہے۔ پس اس پہلو سے **ایسی آبادیوں میں جہاں آٹھ دس پندرہ احمدیوں کے گھر ہوں وہاں ضرور کچھ نہ کچھ مسجد کا کام کریں اور ابتداء اس کی زمینیں لینے سے ہو سکتی ہے۔** بہت بڑی زمینوں کی ضرورت نہیں جتنی توفیق ہے لے لیں۔ اور مسجد کے تعلق میں یاد رکھیں کہ خدا پھر خود توفیق بڑھایا کرتا ہے۔ ایک دفعہ شروع کر دیں پھر آگے اس کو انجام تک پہنچانا یہ اللہ کا کام ہے مگر **ہر مسجد کو نمازیوں سے بھرنا چاہئے ہر مسجد میں پانچ وقت نماز ہونی چاہئے۔**

اگر سارے مرد کام پر چلے جائیں تو عورتیں بھی جا کے مسجد کو آباد کر سکتی ہیں۔ عورتوں کا مسجد میں جانا منع نہیں ہے۔ ان پر فرض عائد نہیں کیا گیا کیونکہ انہوں نے دوسرے کام کرنے ہیں مگر بسا اوقات جنگوں کے زمانوں میں، جہاد کے وقت جب مرد کوئی کام نہ کر سکیں تو عورتوں کو بلایا جاتا ہے تو مسجدوں کو آباد کرنا ہے اگر مرد کسی وجہ سے، مجبوری کی وجہ سے نہ کر سکیں تو عورتیں جائیں اور مسجدوں کو آباد کریں۔ لیکن اس میں ایک شرط ہے کہ جب غیر آتا ہے تو پھر عورت کے لئے باپردہ ہونا ضروری ہے۔ پس اس پہلو سے یہ احتیاط لازم ہے کہ اگر عورتوں کو مسجد میں جانا پڑے تو الگ ایسی جگہ نماز پڑھیں جہاں غیر مردوں کا آنا جانا نہ ہو اور اس کے لئے ہم نے مساجد میں پردے لٹکانے کا انتظام کیا ہوا ہے، کم سے کم مسجد تو آباد ہو جائے گی۔ لیکن پردے میں خواتین جا کے نماز پڑھیں اگر کوئی مرد اتفاقاً آ جاتا ہے تو وہ دوسری کھلی جگہ جا سکتا ہے تو مسئلے کو اگر مسئلہ سمجھا جائے تو اسے سلجھانے کے کئی رستے نکل آیا کرتے ہیں لیکن ایک مسئلہ بنے ہی نہ، سوال ہی نہ اٹھے تو اسے حل کیسے کریں گے۔

پس قرآن کریم کی اس ہدایت کی طرف توجہ دیں کہ **قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے تقویٰ کی ضرورت ہے اور تقویٰ کے بغیر قرآن کریم کے مقاصد حل نہیں ہو سکتے اور تقویٰ کا بہت گہرا تعلق مسجد سے ہے، اتنا گہرا کہ مسجد کے بغیر انسان کو تقویٰ آتا نہیں اور متقی کے بغیر مسجد کو زینت نہیں ملتی۔** قرآن کریم نے اس مضمون کو بہت کھول کے بیان فرمایا ہے کہ مسجدوں میں جاؤ تو اپنی زینت یعنی تقویٰ کو ساتھ لے کے جاؤ اگر بغیر زینت کے جاؤ گے تو مسجد ویران دکھائی دے گی جہاں بظاہر متقی ہونگے، بظاہر نمازی ہونگے مگر حقیقت میں اللہ کے نزدیک وہ مسجد ویران ہوگی۔ یہ جو ویرانی کا آبادی کے ساتھ ایک تعلق ہے اس تعلق کو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے آخری زمانے کی مساجد کے ذکر میں بیان فرمایا۔

فرمایا ''مساجدھم عامرۃ و ھی خراب من الھدیٰ'' پس میں جو کہتا ہوں کہ مسجدیں آباد ہو کر بھی ویران ہو سکتی ہیں یہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ ہی کا عرفان ہے جو آپ ؐ کی زبان سے ہم تک پہنچا ہے، فرمایا وہ ایسے لوگ ہونگے کہ ان کی مسجدیں آباد تو ہونگی مگر ویران ہونگی۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے قرآن کریم کی طرف توجہ کرنی پڑتی ہے جہاں یہ لازم قرار دیا گیا ہے کہ مسجد کی رونق اپنے ساتھ لے کر جایا کرو ''خذوا زینتکم عند کل مسجد'' ہر مسجد میں جہاں بھی جاؤ اپنی زینت ساتھ لے کر جاؤ اور زینت کیا ہے؟ تقویٰ۔ قرآن کریم نے زینت کو ہی تقویٰ قرار دیا ہے پس ہر شخص کا متقی ہونا ضروری ہے ورنہ مساجد کو آباد نہیں کر سکتا۔ اور اگر متقی مساجد کو آباد کرے گا تو ان مساجد میں اتنی برکت پڑے گی کہ آپ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ چھوٹی مساجد کو اللہ تعالیٰ وسیع تر کرتا چلا جائے گا کیونکہ ہر مسجد کا لازماً آباد رکھنا ضروری ہے۔ اسی آیت کا اگلا حصہ بیان فرماتا ہے ''ھدی للمتقین الذین یومنون بالغیب'' کہ یہ وہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان لاتے ہیں یعنی لوگوں کا خیال ہے کہ وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں کیونکہ فی الحقیقت بہت کثرت سے ایسے لوگ ہیں جو غیب پر ایمان نہیں لاتے۔ جب تک غیب دور ہٹا ہوا ہے ان سے کوئی تقاضے نہیں کرتا وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ جہاں اپنی ذات کا تقاضا غیب سے ٹکرائے وہاں غیب کو چھوڑ دیتے ہیں اور اپنی ذات کو ترجیح دے دیتے ہیں۔

غیب پر ایمان لانے کا یہ مطلب ہے کہ اللہ جو نظر نہیں آ رہا، ایک معنیٰ یہ ہے کہ بہت سے معانی ہیں، مگر ایک یہ معنی ہے کہ اللہ جو دکھائی نہیں دے رہا اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ دکھائی دینے والی چیزوں پر اس غیب کو ترجیح دیتے ہیں اور جو نظر آ رہا ہے اس پر جو نظر نہیں آ رہا اس کو فوقیت دیتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان لانے والے

ہیں اوران کے لئے ''ذالک الکتاب'' کا ہونا شرط ہے وہ کتاب جس میں شک کوئی نہیں۔پس قرآن کریم جو شک دور کرتا ہے وہی شک ہیں جو خدا کی ذات سے دور کئے جاتے ہیں اور غیب پر ایمان کے لئے ان شکوک کا دور ہونا لازم ہے اور اس کی چابی خدا تعالیٰ نے قرآن میں رکھ دی ہے۔پس یہ آیت مسلسل ایک مضمون کو آگے بڑھا رہی ہے۔

وہ لوگ جو کلام الٰہی سے فائدہ اٹھاتے ہیں کچھ عرصے کے بعد قرآن کریم ان کو شک سے پاک دکھائی دینے لگتا ہے تو جو وہ محنت کرتے ہیں تقویٰ کے ساتھ جہاں لوگوں کے لئے شک ہے وہاں ان کے لئے شک دور ہونے لگتے ہیں یہاں تک کہ سب اندھیروں کو قرآن کریم اجالوں میں بدلنے لگتا ہے۔ایسے مقام پر پھر خدا ایک حقیقت دکھائی دیتا ہے وہ غیب نہیں رہتا۔اس کے متعلق سارے شکوک قرآن کریم باطل فرما دیتا ہے اور جب وہ خدا کو غیب ہوتے ہوئے یعنی اس کے دکھائی نہ دینے کے باوجو،اس کے سنائی نہ دینے کے باوجود، اس کے محسوس نہ ہونے کے باوجود اپنے حاضر پر ترجیح دیتے ہیں ان کا غیب ان پر قبضہ کر لیتا ہے۔ایسے لوگ ہیں جن کے متعلق فرمایا ''ویقیمون الصلوٰۃ'' یہ ہیں جن کی نمازیں سچی نمازیں ہیں اور پھر ان کو ''یقیمون الصلوٰۃ'' کہہ کر فرمایا کہ وہ لوگ ہیں جو نماز کا حق ادا کرتے ہیں۔

سفر نماز ہی سے شروع ہوا کرتا ہے لیکن اس نماز کو جو روزمرہ اپنے گھروں میں پڑھتے ہیں یا مسجدوں میں بغیر خاص توجہ کے پڑھ لیتے ہیں ان کو قرآن کریم ''اقامۃ الصلوٰۃ'' نہیں فرماتا وہ مصلین ہیں جن کی مختلف حالتیں ہیں۔بعض نماز ادا کرنے والے ایسے ہیں جن کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے کہ ان کو برکت ملتی ہے، رفتہ رفتہ ان کی نمازوں میں ترقی ہوتی ہے لیکن کچھ ایسے ہیں کہ جن کے متعلق فرمایا کہ نمازی تو ہیں مگر اللہ کی لعنت ہو ان پر۔ پس ایسے نمازی بننا جن پر خدا لعنت ڈالتا ہے یہ کس حساب میں لکھا جائے گا۔زندگی کا کیا مقصد ہے جو اس سے پورا ہوگا۔فرمایا ''فویل للمصلین الذین ھم عن صلوتھم ساھون'' ہلاکت ہو،لعنت ہو ایسے نمازیوں پر جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔پس نماز اکیلے بھی ہو سکتی ہے اس کو قیام نماز بھی کہیں مگر وہ نماز جس میں قیام کی کوشش کی جاتی ہے وہ نماز بالآخر ایسے مقام تک پہنچ جاتی ہے جس کے متعلق خدا فرماتا ہے ''یقیمون الصلوٰۃ'' کہ وہ نماز کو قائم کرتے ہیں۔

اب نماز کے قیام کے لئے مسجدیں، جیسا کہ میں نے بیان کیا ضروری ہیں لیکن اور بہت سے ایسے کام ہیں جن کی طرف ہمیں متوجہ ہونا ہے اور متوجہ کرنا ہے۔اکثر لوگوں کو میں نے دیکھا ہے جب وہ نماز پڑھتے ہیں تو شاذ کی نمازیں ایسی ہیں جو مرکزی جلسوں یا خاص ماحول میں ادا کی جائیں۔ان میں ان کے دلوں پر کچھ خضوع بھی آ جاتا ہے، جذبہ بھی پیدا ہو جاتا ہے لیکن اکثر نمازیں اس طرح پڑھتے ہیں کہ نماز سے جتنی جلدی ممکن ہو پیچھا چھڑا لیا جائے اور فرض پورا کر لیا جائے اور توجہ دوسری طرف ہوتی ہے۔یہ وہ مصلین ہیں'' ھم عن صلوتھم ساھون ''جن کے متعلق فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کہ وہ نماز سے غافل ہیں۔بسا اوقات ساری نماز گزر جائے گی اور حاصل کچھ بھی نہیں ہوگا۔یہ وہ نمازی ہیں جو مسجدوں میں جاتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کو مسجدیں ویران رہتی ہیں ان مسجدوں میں کوئی بھی برکت نہیں پڑتی۔یہ وہ بنیادی کام ہیں جن کے بغیر ہم دنیا میں کوئی انقلاب برپا نہیں کر سکتے۔تبلیغ کا جو جوش ہے، مالی قربانی جس کا بعد میں ذکر آیا اس میں بھی جوش ہے۔چنانچہ فرمایا ''یقیمو ن الصلوٰۃ و مما رزقنٰھم ینفقون'' جو کچھ ہم ان کو دیتے ہیں اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔تو وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے خرچ کر دیا یہ بہت کافی ہو گیا۔اور کئی ایسے احمدیوں کی مثالیں مجھے دی گئی ہیں جو چندے ادا کر دیتے ہیں مگر نمازوں سے غافل ہیں۔چندے ادا کر دیتے ہیں مگر دینی امور میں دلچسپی نہیں ہے مگر قرآن کریم نے یہاں مال کا ذکر نہیں فرمایا اور اکثر لوگ یہ بھول جاتے ہیں مال کی شرط کو نماز کے بعد رکھا ہے مگر مال کے طور پر نہیں۔فرمایا '' و مما رزقنٰھم ینفقون ''ہم نے ان کو جو کچھ عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

پس یہ خیال اگر کسی کے دل میں ہو کہ چندے دے دئے ہیں جو ظاہری مال ہے اور خدا ہی عطا فرماتا ہے اس میں سے کچھ دے دیا تو اس آیت کا حق ادا کر دیا۔اس آیت کا حق تب ادا ہوگا کہ غیب پر حقیقی ایمان ہو۔پس نماز پر پوری طرح قائم ہوں اور پھر جو کچھ خدا آپ کو دیتا ہے اس میں آپ کی عقل ہے، آپ کی مہارت ہے، آپ کی اولاد ہے، آپ کے اثاثے ہیں، آپ کی دیگر ذہنی اور قلبی صلاحیتیں ہیں یہ تمام تر خرچ کرتے ہیں۔اور یہ نہیں فرمایا کہ کس پر خرچ کرتے ہیں یعنی ایسے خدا کے مومن بندے جن کی شرائط یہ ہیں کہ قرآن کریم کو تقویٰ کے ساتھ پڑھتے ہیں یہاں تک کہ قرآن کریم ان کو ہدایت دینے لگتا ہے تو قرآن ان کی ہدایت کا موجب بنتا ہے۔تو پھر ان کو غیب پر سچا ایمان آتا ہے یعنی اللہ پر جو دکھائی نہیں دیتا اور خدا سے تعلق رکھنے والے جتنے غیب ہیں وہ سارے اسی ایک لفظ غیب میں شامل ہیں، حقیقی ایمان لے آتے ہیں۔

جب غیب پر حقیقی ایمان لے آتے ہیں تو پھر ان کی نمازیں قائم ہوتی ہیں اس کے بغیر ان کی نمازیں قائم نہیں ہو سکتیں۔اور جب نمازیں قائم کرتے ہیں تو آخری بات یہ بیان فرمائی'' ومما رزقنٰھم ینفقون ''پھر جو کچھ ہم ان کو دیتے ہیں وہ اس میں سے لازماً خرچ کرتے ہیں یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ان کی وہ صلاحیتیں عطا ہوئی ہوں اور وہ خرچ نہ کریں۔ان کی صلاحیتوں میں سے انسان کی توجہات ہیں اور انسان کو خدا تعالیٰ نے جو بھی نعمتیں جس رنگ میں عطا فرمائی ہیں رشتے ہیں، اموال ہیں، ذہنی اور قلبی طاقتیں ہیں یہ سب کچھ '' مما رزقنٰھم ''میں داخل ہیں، اس کو خرچ کرتے ہیں۔خرچ کرنے میں یہ بیان نہیں فرمایا کہ کس پر خرچ کرتے ہیں اس لئے اس مضمون کو کھلا چھوڑ کر اس آیت میں بے انتہا معانی داخل فرما دئے ہیں۔

سب سے پہلی چیز وہ اپنے اوپر خرچ کرتے ہیں۔چنانچہ قرآن کریم نے ایک دوسری جگہ اس مضمون کو کھولا ہے کہ تم اپنے نفس کے لئے خیر خرچ کرو یعنی ایسا خرچ کرو

جس کا تمہارے نفسوں کو فائدہ پہنچے۔ پس اپنے لئے بھی خرچ کرنا خدا کی خاطر خرچ کرنا ہے، اگر ان شرائط کو پورا کریں۔ پس اپنی سب چیزوں کو خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں یعنی اپنے قدم خدا کی طرف بڑھانے کے لئے اپنے اوپر اس طرح خرچ کرتے ہیں کہ وہ ممد اور مددگار ہو جائیں۔ اب ''ممارزقنٰھم'' میں وہ لوگ داخل ہیں جن کے پاس کاریں ہیں، وہ دور کے سفر کر کے نمازوں کے لئے پہنچ جاتے ہیں تو ''مما رزقنٰھم'' میں ان کی کاریں، ان کی سہولتیں شامل ہو جاتی ہیں۔ وہ لوگ جو اپنے بچوں پر وقت خرچ کر کے محنت کرتے ہیں اور ان کو خدا والا بنانے کی کوشش کرتے ہیں وہ بھی ''مما رزقنٰھم'' میں آجاتے ہیں۔

تو اموال کو سر دست ایک طرف رکھیں یہ دیکھیں کہ آپ نے اپنے لئے اور اپنی اولاد کی تربیت کے لئے اپنی صلاحیتوں سے کیا فائدہ اٹھایا۔ اگر آپ وہ طاقتیں جو خدا نے آپ کو عطا کی ہیں ان کو اپنے اوپر اس طرح خرچ کرتے ہیں کہ خدا کے قریب تر ہو سکیں تو اپنے اوپر خرچ ہو یا اپنی اولاد پر خرچ ہو یہ سب خدا ہی کی خاطر خرچ ہے اور غریبوں کی باری اور اموال کو جماعت کو پیش کرنے کی باری بعد میں آتی ہے۔ اگر یہ پہلے خرچ نہ ہوں تو دوسرے خرچ ضائع ہو جایا کرتے ہیں۔ چنانچہ خدا کے حضور جو تحفے ہیں ان میں نیکی ہونا لازم ہے ''لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون'' تم نیکی کو پا ہی نہیں سکتے، ہرگز نہیں پاؤ گے جب تک جن چیزوں سے محبت ہے ان کو خدا کی راہ میں خرچ نہ کرو۔

اب دیکھیں محبت کے تقاضے انسان کو اپنی ساری زندگی میں ہر طرف پھیلے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ ماں کو بچے سے محبت ہے اس میں کوئی شک نہیں مگر اگر اللہ کی محبت غالب ہو تو بچے کو خدا والا بنانے پر اس کی زیادہ توجہ ہوگی۔ اپنی طاقت کو پہلے اس بات پر خرچ کرے گی کہ میرا بچہ خدا والا بنے اور سکول والا بعد میں بنے گا خدا والا پہلے بنے گا۔ جو جو خدا والا بچہ ہے وہ جہاں بھی جائے اللہ اس کی حفاظت فرماتا ہے۔ **ایک ایسی سوسائٹی میں جہاں ہر طرف شیطان کی آوازیں آپ کو بلا رہی ہیں اگر آپ کے بچوں کو نمازوں کی عادت نہیں ہے تو وہ بچے نہ آپ کے کام آسکیں گے نہ اپنے نہ آئندہ نسلوں کے کام آسکیں گے۔** کیونکہ انہوں نے لازماً رفتہ رفتہ بھٹکتے بھٹکتے دور چلے جانا ہے۔

پس نمازوں کے قیام میں یہ ساری باتیں اپنے پیش نظر رکھیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ پہلے نمازوں کی عادت ڈالنا، پھر نمازوں کو کسی چیز سے بھرنا یہ دو باتیں ہیں جو ایک لامتناہی سفر ہے۔ **ایسا وقت آنا چاہئے اور جلد آنا چاہئے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ اگلی صدی سے پہلے پہلے آنا چاہئے کہ آپ میں سے ہر ایک کے خاندان میں ہر شخص نمازی ہو جائے** اور یہ سفر وہ ہے جس کے متعلق میں نے شروع میں کہا تھا کہ نظام جماعت مستقلاً اس کو جاری نہیں کر سکتا۔ کیونکہ نظام جماعت کا ایسے ملک میں جہاں آپ ہزار ہا میل پہ پھیلے پڑے ہیں، جہاں بسا اوقات ایک گھر کا دوسرے سے رابطہ کرنے کے لئے بھی سو سو دو دو سو چار چار سو میل کا سفر کرنا پڑتا ہے، بعض دفعہ ہزار میل کا سفر کرنا پڑتا ہے وہاں نظام جماعت میں طاقت ہی نہیں کہ وہ سب تک پہنچ سکے۔ مگر نظام قرآن میں یہ طاقت ہے اور قرآن کریم نے شروع ہی میں آپ کو یہ سادہ طریق سمجھا دیا ہے۔ ہر گھر والے کا فرض ہے کہ وہ قرآن کی طرف توجہ دے، قرآن کے معانی کی طرف توجہ دے، ایک بھی گھر کا فرد ایسا نہ ہو جو روزانہ قرآن کے پڑھنے کی عادت نہ رکھتا ہو اور قرآن کریم کو پھر مضامین سمجھ کر پڑھے اور جو بھی ترجمہ میسر ہو اس کے ساتھ ملا کر پڑھے۔

ایسے بچوں کے دل میں پھر سوال بھی اٹھتے ہیں اور وہ سوالات بسا اوقات مجھے اس وقت نظر آتے ہیں جب کسی مجلس سوال و جواب میں بیٹھا ہوں تو مجھے پتہ چل جاتا ہے کہ بعض بچے ایسے ضرور ہیں جو قرآن پڑھ رہے ہیں اور قرآن پڑھنے کے بعد پھر ان کے دل میں سوال اٹھتے ہیں۔ ان سوالات کے حل کے دو طریق ہیں۔ ایک تو یہ جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ تم اولوالعلم کے پاس جایا کرو اور اولوالعلم وہ لوگ ہیں جو آپ کی جماعتوں میں موجود ہیں۔ اس کے لئے سال یا دو سال میں کسی ایک مجلس کے انتظار کی ضرورت نہیں ہے۔ مربی ہیں، دوسرے بزرگ ہیں جن کو قرآن کریم سے محبت ہے۔ کچھ ایسے ہیں جنہوں نے کثرت سے تفاسیر پڑھی ہوئی ہیں اور میرا خیال ہے کہ ہر جماعت میں ایسے ایک دو انسان ضرور ہونگے جن کو دینی علم بڑھانے کا شوق ہے، ان کے پاس جانا چاہئے، ان سے پوچھنا چاہئے اور روز بروز اپنے مسائل حل کرنے چاہئیں۔

اور اس سے بڑھ کر دوسرا طریق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کریں اور اللہ تعالیٰ سے التجا کریں کہ وہ آپ کو سمجھا دے۔ بچپن سے خدا تعالیٰ نے میرے دل میں یہ وہ چیز ہے جس کی طرف توجہ دلائی ہے اور مجھے کبھی علماء کے پاس نہیں جانا پڑا۔ جب بھی سوال اٹھتا تھا ایک بات لازماً میری مددگار ہوتی تھی۔ ''یومنون بالغیب'' یہ کامل ایمان تھا کہ اس سوال کا جواب موجود ہے میرے لئے غیب ہے مگر میں ایمان رکھتا ہوں۔ اس غیب پر ایمان رکھتا ہوں جس پر خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ مومن بندے ضرور ایمان رکھتے ہیں اور اس ایمان کے نتیجے میں وہ غیب جو لوگوں کے لئے غیب رہتا ہے آپ کی دعا کے ذریعے آپ کے قریب آجاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ آپ خدا سے دعا مانگیں کہ مجھ اس مضمون کی سمجھ نہیں آرہی ایمان ضرور ہے کہ تو سچا ہے ایمان ہے کہ اس میں شک کوئی نہیں تو آپ حیران ہونگے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ آپ کی سوچوں میں برکت ڈالے گا اور اپنے فضل کے ساتھ آپ کے مسائل حل کرے گا۔

اس مضمون کو میں نے پہلے بھی بیان کیا تھا اس میں ایک خطرہ بھی ہے اور اس راہ کے خطروں سے آپ کو آگاہ کرنا لازم ہے۔ بعض لوگ جو یہ سفر کرتے ہیں تو اپنے

حاصل کردہ مطالب کو پھر وہ اپنی اہمیت دیتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں سب کچھ مل گیا ہے اور وہ اپنی بڑائی بتانے کی خاطر بعض دفعہ مجالس میں سوال کرتے ہیں اس مسئلے کا حل بتاؤ اور وہ سمجھتے ہیں ہمارے سوا کسی کو نہیں پتہ چلے گا۔ اور کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ان کا حل غلط ہوتا ہے کیونکہ سفر کے آغاز سے پہلے نیت کا پاک ہونا ضروری ہے۔ اگر وہ للہ خدا سے سوال کریں اللہ کی خاطر اور انکسار کے ساتھ اور تقویٰ کا ایک معنی انکسار بھی ہے ۔ جتنا بڑا متقی آپ دیکھیں گے اتنا ہی زیادہ وہ منکسر ہوگا۔ وہ اپنے نفس کو اتنا ہی خدا کے حضور جھکائے گا۔ وہ جب سوال کرتے ہیں تو لازماً اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دیتا ہے کیونکہ جن کے دل میں انانیت ہو وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے خود سیکھ لیا ہے اور یہی سب کچھ ہے اور یہ نہیں معلوم کرتے کہ قرآن کریم کی دوسری آیات مضمون سے ٹکرا رہی ہیں اور قرآن کی ہر آیت، دوسری آیت کو تقویت دینے والی ہے نہ کہ اس میں شک پیدا کرنے والی۔

پس جو بھی ماحصل ایسے لوگوں کا ہوگا جس میں قرآن کریم سے شک دور ہونے کی بجائے شک پیدا ہوگا ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ وہ ان لوگوں میں شامل ہیں کہ جن کو ''**لاریب فیہ ھدی للمتقین**'' کے مضمون کی سمجھ نہیں آئی۔ غیب تو کوئی نہیں ہے مگر متقی ہونا ضروری ہے۔ پس خدا تعالیٰ سے جب آپ دعا کر کے قرآن کریم کے مضامین کو سمجھیں یا اس سے التجا کریں کہ وہ آپ کو سمجھائے تو متقی بنیں اور پھر چونکہ اولوالعلم کے پاس عام لوگوں کا جانا ضروری ہے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا مطالعہ کریں اور تفسیر صغیر اور تفسیر کبیر کا مطالعہ کریں اور ساتھ ساتھ اپنے حاصل کردہ کو پرکھتے رہیں۔ اگر وہ ان کسوٹیوں پر پورا نہ اترے جو اولوالعلم کی کسوٹیاں ہیں تو اس کو چھوڑ دیں اور تقویٰ اختیار کریں پھر آپ کے دل کو ہر قسم کے شک سے پاک کیا جائیگا مگر قرآن کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ براہ راست بھی اس سے کچھ چکھیں اور اللہ تعالیٰ کے مضامین لامتناہی ہیں۔

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایسے غور کرنے والوں کو خدا تعالیٰ کچھ نکات عطا فرماتا ہے۔ اگر وہ متقی ہوں تو وہ فتنے کا موجب نہیں بنتے۔ اگر وہ متقی نہ ہوں تو وہی نکات تردد اور شک اور فتنوں کا موجب بن جایا کرتے ہیں اور یہ منازل بعد کی منازل ہیں۔ لیکن آغاز میں وہ برتن تو حاصل کریں جن کو بھرنا ہے اور اکثر جگہ برتن موجود نہیں۔ یہ مجھے فکر ہے جو اس سفر کے دوران پہلے سے بہت زیادہ بڑھکر میرے سامنے ابھری ہے۔ بھاری تعداد میں ایسے احمدی گھر ہیں جن کو روزانہ پانچ وقت نمازیں پڑھنے اور بچوں کو پڑھانے کی توفیق نہیں ملتی اور ایسے ہیں جن کو روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کی اور بچوں کو تلاوت قرآن کریم کروانے کی توفیق نہیں ملتی۔ اب یہ لوگ ہیں جن کے گھروں میں آسمانی دودھ کے نازل ہونے کے لئے برتن بھی موجود نہیں۔ اگر برتن نہیں ہوگا تو بارش کے دوران آپ چلو بھر پانی پی کر پیاس تو بجھا سکتے ہیں مگر جب بارش آ کے گزر جائے اور ہر طرف خشکی ہو تو آپ کے پاس کچھ بھی پیاس بجھانے کے لئے نہیں ہوگا۔

پس نمازوں کا آغاز نمازوں کے برتن قائم کرنے سے ہوتا ہے۔ تلاوت کا آغاز تلاوت کے برتن قائم کرنے سے ہوتا ہے اور برتن سے میری مراد یہ ہے کہ شروع کر دیں تلاوت پھر رفتہ رفتہ علم بڑھائیں اور تلاوت کو معارف سے بھرنے کی کوشش کریں، معارف سے پہلے علم سے بھرنے کی کوشش ضرور کریں۔ اور اگر آپ اس ترتیب کو سامنے رکھیں گے تو وہ جو لغزش میں نے بیان کی تھی اس سے کسی حد تک بچ سکتے ہیں۔ عرفان سے پہلے عمل ہونا چاہئے اور بغیر علم کے جو عرفان ہے یہ خیالی عرفان ہے، اکثر ٹھوکروں والا عرفان ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے **اولوالعلم** کہہ کر متوجہ فرمایا کہ تم نے کچھ پوچھنا ہے تو **اولوالعلم** سے پوچھا کرو اور آنحضرت ﷺ کے عرفان کا ذکر بعد میں فرمایا ہے علم کا ذکر پہلے فرمایا ہے۔ ''**یعلمھم الکتاب و الحکمۃ**'' پہلے کتاب کی تعلیم دیتا ہے حکمت یعنی عرفان کی باتیں بعد میں آتی ہیں۔

تو وہ نوجوان جو بڑے ہوں یا چھوٹے اگر وہ قرآن کریم پڑھتے ہوئے اس کا علم نہیں رکھتے یعنی ظاہری معانی جو عربی زبان سے حاصل ہو سکتے ہیں اس پر توجہ نہیں کرتے تو ان کو مجلسیں لگا کر عرفان کی باتیں کرنے کا حق ہی کوئی نہیں۔ وہ جاہل ہیں اور لوگوں کو بھی جہالت کی طرف بلانے والے ہیں وقتی طور پر اپنی بڑائیاں دکھاتے ہیں مگر حقیقت میں ان کو قرآن کریم کا علم ہی نہیں ہے۔ تو علم کے حصول کے لئے پھر رفتہ رفتہ ترقی ہوتی ہے بہت سی لغات کی کتب ہیں جن کو دیکھنا پڑتا ہے، بہت سے علماء سے استفادہ کرنا پڑتا ہے تو بنیادی طور پر پہلے علم کو بڑھائیں۔ اور علم کو بڑھائیں گے تو علم کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے مطالعہ کی طرف بھی متوجہ ہونگے کیونکہ یہ وہ باتیں ہیں جن کی طرف آپ کے بچے ابھی توجہ دے نہیں سکتے۔ اس لئے میں آپ کو بعد کی باتیں بھی اشارۃ بتا رہا ہوں لیکن فی الحقیقت زور اس بات پر دے رہا ہوں کہ آغاز کی باتوں کو پکڑ لیں اور آغاز کی باتوں پر قائم ہو جائیں باقی باتیں اللہ سنبھال لے گا۔ اور آغاز کرنے والوں کو خدا تعالیٰ خود انگلی پکڑ کر سفر کے آخر تک پہنچا دیا کرتا ہے اور سفر کے آخر سے مراد یہ ہے کہ موت تک وہ اس سفر میں ہمیشہ آگے بڑھتے رہتے ہیں۔ ورنہ حقیقت میں اس سفر کا کوئی آخر نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کینیڈا کو بھی یہ توفیق عطا فرمائے اور باقی دنیا کی جماعتوں کو بھی۔ **میں چاہتا ہوں کہ اس صدی سے پہلے پہلے ہر گھر نمازیوں سے بھر جائے اور ہر گھر میں روزانہ تلاوت قرآن کریم ہو۔ کوئی بچہ نہ ہو جسے تلاوت کی عادت نہ ہو۔** اس کو کہیں تم ناشتہ چھوڑ دیا کرو مگر سکول سے پہلے تلاوت ضرور کرنی ہے۔ اور تلاوت کے وقت کچھ ترجمہ ضرور پڑھو، خالی تلاوت نہیں کرو۔ اور جب یہ آپ کام کر لیں گے تو پھر ارد گرد مساجد بنانے کی کوشش کریں اور ان نمازیوں کو گھروں سے مساجد کی طرف منتقل کریں کیونکہ وہ گھر جس کے بسنے والے خدا کے گھر نہیں

بساتے قرآن کریم سے اور آنحضرت ﷺ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ ایسے گھروں کو ویران کر دیا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے کہ ان تقاضوں کو پورا کریں۔

اب مساجد کی باتیں ہو رہی ہیں تو ایک ایسی خبر جس سے جماعت کو تکلیف پہنچی ہے اور پہنچے گی جو سنیں گے وہ آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں اور دعا کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ مسجد احمدیہ دوالمیال وہ مسجد ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے سے ہی جماعت احمدیہ کے قبضے میں رہی ہے کیونکہ وہ صحابی جنہوں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کیا وہی نمازی تھے جو اس مسجد کے نمازی تھے اور ان کے امام بھی ساتھ ہی احمدی ہو گئے۔ پس پوری کی پوری مسجد اپنے نمازیوں سمیت احمدی ہوئی اور سو سال سے زائد عرصے سے یہ ہمارے پاس چلی آ رہی تھی۔ اس سال شروع میں جنوری میں وہاں کے مولویوں نے شرارت شروع کی اور ایک سول جج کی عدالت میں یہ مقدمہ دائر کیا گیا کہ اس مسجد میں احمدیوں کا داخلہ بند کیا جائے کیونکہ یہ احمدیوں کی مسجد نہیں، جب یہ تعمیر ہوئی تھی تو سو سال پہلے غیر احمدیوں نے تعمیر کی تھی۔

اول تو اتنی احمقانہ بات، اس سول جج کو اتنی سی بات تو دکھائی دینی چاہئے تھی کہ ایک سو سال سے ان کے قبضے میں چلی آ رہی ہے اب ان کو کیا سوجھی ہے۔ اگر مقدمہ کرنا تھا تو اس وقت کرتے لیکن ضیاء الحق کے آرڈیننس سے بھی فائدہ اٹھانا تھا تو اس کو بھی تو مدت گزر چکی آج کون سی نئی بات ہوئی ہے کہ اس مسجد کو احمدیوں سے خالی کروایا جائے۔ اگر آرڈیننس کا عذر ڈھونڈتے ہیں تو آرڈیننس کو آئے ہوئے لمبا عرصہ گزر گیا کسی نے مقدمہ کیا؟ کسی نے کیوں نہیں مقدمہ کیا مگر ملی بھگت ہوئی ہے اور ایسی جاہلانہ شرارت ہے کہ عقل اس شرارت پر لعنت ڈالتی ہے۔ جب مقدمہ ہوا تو جج صاحب نے کچھ ایسی باتیں کہیں جس پر وہاں کی جماعت نے، ہمارے وکلاء وغیرہ نے اس بات پر مجھے اطمینان دلانے کی کوشش کی کہ یہ جج پہلے تو مخالف ہوا کرتے تھے اب کچھ ٹھیک ہو رہے ہیں۔ میں نے اس پر جواباً ان کو لکھا کہ آپ کو ٹھیک دکھائی دے رہے ہیں مجھے ٹھیک نہیں دکھائی دے رہے انہوں نے آخر گڑبڑ کر جانی ہے کہیں۔ لیکن خوش فہمی کا شکار لوگ اسی طرح رہے کہ ہاں جی اچھی اچھی باتیں کر رہے ہیں۔ اور اچانک ۳۰ رجون کو ان صاحب نے ہمارے خلاف فیصلہ جاری کر دیا اور کہا کہ احمدی مسئول علیہم مسجد میں داخل نہ ہوں اور نمازیں ادا نہ کریں۔ اور اس فیصلے سے چار دن پہلے غیر احمدیوں کی مسجد کے امام نے اس کا یہ فیصلہ لوگوں کو سنا دیا۔ اب جہاں عدالتوں کا یہ حال ہو تقویٰ سے عاری فیصلے ہوں وہ اگر نمازی وہاں جائیں گے بھی تو مسجد کو سوائے اس کے کہ ویران سے ویران تر کر دیں، اپنی ویرانیاں ساتھ لے کر جائیں اور احمدیوں کے خلاء سے جو ویرانی پیدا ہوگی اس کو اور بھی زیادہ ویران بنا دیں گے اور کیا حاصل ہو سکتا ہے۔ مگر آپ کو، جماعت کو مطلع کرتا ہوں کہ جو کوششیں ہیں جماعت کی طرف سے وہ تو ہونگی مگر احمدیوں کو مسجد سے کوئی محروم نہیں کر سکتا۔ یہ یقین رکھیں **ساری دنیا بھی زور لگائے تو احمدیوں کو مسجد سے محروم نہیں کر سکتی کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ خدا نے میرے لئے ساری زمین کو مسجد بنا دیا ہے۔** اب لگا لیں زور۔

میں نے ان کو کہلا کے بھجوایا ہے کہ گلیوں میں نمازیں پڑھو۔ تم نے دکھاوا تو نہیں کرنا خدا کی خاطر نمازیں پڑھنی ہیں۔ تو گلیوں میں نمازیں پڑھو اور خدا کو پکارو کہ تیرے رسول نے ہمیں بتایا تھا کہ یہ تمہارے لئے مسجد بنا دی گئی ہے اور پھر دیکھو کہ خدا تعالیٰ ان کوششوں میں کیسی برکت ڈالتا ہے احمدیوں سے پہلے بھی جب بھی مسجد چھیننے کی کوشش کی گئی یا چھینی گئی تو خدا نے اس کے بدلے ہمیں سینکڑوں ہزاروں مساجد عطا فرمائیں۔ اب بھی جماعت احمدیہ کینیڈا کو میں مساجد ہی کی طرف متوجہ کر رہا ہوں تو اب دو یا چار مسجدوں کا انتظار نہ کریں جو بہت عظیم الشان دکھائی دیں، انسان کو عظیم الشان دکھائی دیں اور اللہ کی نظر میں ان کی کوئی بھی قیمت نہ ہو۔ **ایسی مسجدیں بناؤ جو چاہے دو دو چار چار کی ہوں چاہے وہ خدا کی نظر میں عظمت رکھتی ہوں کیونکہ وہاں جانے والے تقویٰ کی زینت لے کر جائیں اور اللہ کے پیار کی نظر ان مساجد پر پڑے اور نمازیوں پر پڑے** اس طرف توجہ دیں اور پورا زور لگائیں کہ زیادہ سے زیادہ مساجد سے آپ نے کینیڈا کو آباد کر دینا ہے۔ اور تقویٰ والے نمازی ان مساجد میں جائیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا ذاتی تجربہ حاصل کریں۔

دور کی نظر سے رحمتیں دیکھنا اور بات ہے۔ بادل کو آپ سو میل دور برستے دیکھیں تو مزہ تو شاید آئے گا لیکن کہاں آپ کے گھر پہ بادل کا برسنا۔ تو ان مساجد پہ خدا کی رحمتیں برستی خود دیکھیں پھر آپ کو پتہ چلے گا کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر مسجدیں بنانا کیا مقام رکھتا ہے اور ان مساجد کو خدا کی خاطر آباد کرنا کیا مقام رکھتا ہے۔ ایسے لوگوں کے گھر خدا آباد کر دیتا ہے ان کی نسلوں کے گھر آباد کرتا ہے۔ **آپ ایک مسجد خدا کی خاطر بنائیں، خدا اس کے نتیجے میں آپ کے گھروں کو نسلاً بعد نسل آباد کرتا چلا جائے گا۔** پس میں امید رکھتا ہوں کہ تقویٰ کے ساتھ اس قدم کو آگے بڑھائیں گے۔

اور اب آخر پر ایک نماز جنازہ کے متعلق اعلان کرنا ہے میرے عزیز جو میری بیگم آصفہ کے بڑے بھائی تھے مرزا نسیم احمد صاحب ان کی وفات کی پرسوں اطلاع ملی ہے۔ وہ ہمارے بچپن کے کھیلے ہوئے تھے ۴ راگست ۱۹۲۶ء کو پیدا ہوئے گویا مجھ سے تقریباً دو سال بڑے تھے لیکن کبھی ہمیں اپنی عمر کا تفاوت معلوم نہیں ہوا اور ہمیشہ ایک ہم عمر کی طرح بچپن میں بے تکلف دوست کے طور پر بڑھے۔ ان کے متعلق میں پہلے تو یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بڑے بیٹے حضرت مرزا سلطان احمد صاحب ؓ جن کو الہام کے مطابق حضرت مصلح موعود ؓ کے ہاتھ پر بیعت کی توفیق ملی اور اس لحاظ سے حضرت مصلح موعود تین کو چار کرنے والے بنے یعنی تین بیٹے روحانی طور پر

تھے اور چوتھا اس میں داخل ہونا تھا۔ پس حضرت مرزا سلطان احمد صاحبؒ کو اس الہام کو پورا کرنے کی توفیق ملی۔ اور آپ کے بیٹے مرزا رشید احمد صاحب کی شادی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی عزیزہ امتہ السلام سے ہوئی تھی۔ ان کے بچوں میں بڑی قدسیہ بیگم تھیں جو ایک حادثے میں فوت ہو چکی ہیں، بہت پہلے فوت ہو گئی تھیں اور اب سب بچوں میں مرزا نسیم احمد صاحب سب سے بڑے تھے۔ ان کی شادی حضرت نواب امتہ الحفیظ بیگم صاحبہؒ کی بیٹی شاہدہ بیگم سے ہوئی۔ اس طرح ہمارے خاندان میں رشتے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر جو نہ جاننے والوں کے لئے الجھن کا موجب بن جاتے ہیں، ہمارے لئے جو جانتے ہیں محبتیں بڑھانے کا موجب بن جاتے ہیں۔ ایک دوسرے کے اور زیادہ قریب آ جاتے ہیں۔ ذکر خیر میں کچھ نہ کچھ ایسا ذکر چاہئے جس میں نماز جنازہ کے وقت توجہ ہو اور انسان دل ڈال کر دعا کر سکے۔

مرزا نسیم احمد صاحب میں بعض خوبیاں تھیں جو ان کو منفرد کرتی تھیں اور میں پوری سمجھ کے ساتھ، غور کے بعد یہ میں لفظ کہہ رہا ہوں کہ آپ ایک منفرد انسان تھے۔ آپ کی ساری عادتوں میں انفرادیت پائی جاتی تھی۔ سب سے اہم بات یہ تھی کہ کبھی کسی کی برائی نہیں کی۔ ساری عمر میں نے غور کر کے دیکھا ہے کسی نے دکھ بھی دیا ہے تو برداشت کیا ہے۔ کبھی بھی دل نہیں دکھایا کسی کا اور ایسے انسان یقیناً اللہ کو پیارے ہوا کرتے ہیں۔ بہت مواقع پر میں نے بڑے غور سے دیکھا کبھی بہنوں کی طرف سے، کبھی دوسروں کی طرف سے، بھائیوں کی طرف سے، عزیزوں کی طرف سے ایسی باتیں ہو جاتی تھیں جس کے نتیجے میں ان کو دکھ تو لازماً پہنچتا ہوگا لیکن جواباً کبھی ایک حرف نہیں کہا اور جب بھی بات کی شگفتہ کی اور اس پہلو سے بھی ان کی انفرادیت ہے جس میں میں نے ان کا کوئی شریک کبھی نہیں دیکھا۔

مزاح کی عادت تھی مگر ایسا لطیف مزاح اور ان کا انداز ایسا کہ کبھی جس نے ان کے پاس بیٹھ کر ان کے مزاح کے نمونے دیکھے ہوں وہ یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ کبھی کسی اور انسان میں وہ انداز نہیں ہے جو ان میں تھا اور اچانک مجلس کھلکھلا اٹھتی تھی اور کوئی ان کی نقل اتار نہیں سکتا تھا۔ میری بیوی آصفہ میں کچھ اپنے بھائی والی بات تھی کہ ان کا مزاح کچھ مرزا نسیم احمد کے مزاح کا رنگ رکھتا تھا لیکن ان کی جو خصوصیت تھی وہ بہر حال خدا تعالیٰ کی طرف سے خاص تھی۔ غریبوں کے ہمدرد، دل کے بہت نرم لیکن خفیہ ہاتھ سے خدمت کرنے والے۔ چندوں میں خدا کے فضل سے باقاعدہ۔ اپنی ساری اولاد کو خاص طور پر بیوی شاہدہ کی مدد کے ساتھ انہوں نے دین پر قائم کیا ہے۔ کچھ کمزوریاں تھیں جن کے پیش نظر وصیت نہیں کر رہے تھے کہتے تھے میں نے کرنی ہے اور پورا زور لگا رہے تھے کہ میں اپنی نظر میں ایسا ہو جاؤں کہ میں وصیت کے قابل شمار کیا جاؤں۔ نمازوں میں باقاعدہ ہو گئے اور بہت سی چیزوں میں ترقی کرنی شروع کی لیکن عمر نے اس طرح ساتھ نہیں دیا۔ چنانچہ خواہش کے باوجود وصیت نہیں کر سکے لیکن حائل صرف خود تھے۔ مالی لحاظ سے بالکل کوئی پرواہ نہیں تھی۔ لیکن یہ تھا کہ میں اپنی دینی حالت اور اخلاقی حالت کو خدا کی نظر میں ایسا بنا دوں کہ میں کہہ سکوں کہ ہاں میں موصی ہوں اور اسی انتظار میں دیر کر رہے تھے حالانکہ جو دیکھنے والا انسان ہے وہ ان کو دیکھتا تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ ان کی وصیت قبول نہ کی جاتی۔ چنانچہ میں نے ایک دو دفعہ کہلا کے بھی بھجوایا کہ آپ وصیت کریں مگر اللہ تعالیٰ کو جو منظور ہے وہ بخشش میں وصیت کا محتاج نہیں ہے۔

ان کے ایک بیٹے عزیزم بشیر احمد سے میری بیٹی طوبیٰ کی بھی شادی ہوئی تھی اور پچھلے کچھ عرصہ سے طوبیٰ سے بہت پیار کرنے لگے تھے۔ عام طور پر یہ اپنے چھوٹے عزیزوں سے بے تکلف نہیں ہوا کرتے تھے۔ مجلسیں بیرونی تھی اور باہر کے دوست ان پر عاشق تھے۔ اس پہلو سے کہ علم کے لحاظ سے بھی وسیع العلم، سیاست کا وسیع علم اور مجالس کو ہمیشہ اپنے لطیفوں سے مہکائے رکھتے تھے۔ بہت بڑے بڑے دنیا کے انسان ان کے انتظار میں رہتے تھے کہ کبھی میاں نسیم آئیں تو ہم ان کے ساتھ مجلس لگائیں۔ اور مجھے پتہ چلا ہے کہ کثرت سے ایسے لوگ آ رہے ہیں اور بہت غیر معمولی دکھ کا اظہار کر رہے ہیں تو آخری دنوں میں طوبیٰ سے بھی اور طوبیٰ کے میاں بشیر سے جو ان کا پہلے بھی خاص عزیز تھا ان سے رات کو مجلسیں لگایا کرتے تھے اور کافی قریب تھے۔

بہر حال بہت سی باتیں ہیں جو کی جا سکتی ہیں لیکن میرا دل اس وقت ان باتوں کے ذکر کی طاقت نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے ایک مصرعہ ان پر صادق آتا ہے کہ ''حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا'' ان جیسا میں نے اور کوئی انسان نہیں دیکھا۔ اپنی کمزوریوں میں بھی منفرد، اپنی طاقتوں میں بھی منفرد اور سارے دوست اب وہاں پہنچ کے یہ کہہ رہے ہیں کہ اب ہمیں اور نسیم کبھی نہیں ملے گا اور اس میں مبالغہ نہیں ہے۔ جو ان کو جانتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ ایسا آدمی دنیا میں شاذ کے طور پر ہو سکتا ہے جس طرح کہ ان کے اندر خوبیوں کا اجتماع تھا۔ کم گو، پاک دل، کبھی کسی کی برائی نہیں کی، کبھی غصے سے کسی کا جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے دل پر بوجھ لینے والے اور بنی نوع انسان سے خصوصاً غرباء سے بہت محبت کرنے والے۔ اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت فرمائے۔ ان کی ساری اولاد کو اللہ تعالیٰ صبر اور ہمت عطا فرمائے اور ان کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہم سب نے وہیں جانا ہے جہاں نسیم گئے ہیں۔ آج نہیں تک کل جائیں گے موت کو نہیں بھلانا چاہئے۔ اور موت کے سفر سے پہلے وہ زاد راہ جس کا میں نے ذکر کیا ہے وہ سنبھالنے کی کوشش کریں تا کہ جب بھی بلاوا آئے خدا کے حضور اس کے پیار کی نظریں حاصل کرتے ہوئے حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(مطبوعہ: الفضل انٹرنیشنل ۲۲/اگست ۱۹۹۷ء تا ۲۸/اگست ۱۹۹۷ء)